قَلِیْلاً‘‘ (البقرۃ،۷۹) یعنی ’’ہلاکت ہے ان (یہودیوں) کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس طریقے سے کچھ پیسے حاصل کر سکیں۔‘‘ اور دوسری جگہ ہے: ’یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ‘ (النساء،۴۶) یعنی ’’وہ لوگ جو اپنے آپ کو یہودی کہنے لگے، ان میں سے کچھ لوگ (اللہ کے) کلمات ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔‘‘ یہ بھی ممکن ہے کہ قورح کے بارے یہودیوں نے بائبل میں تحریف کی ہو۔

قارون اور قورح کے ایک ہی شخص ہونے کے بارے میں مزید ایک بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مصر کے بادشاہ کا لقب قرآن و بائبل میں ’فرعون‘ مذکور ہے۔ یہ مصری لقب جو مصر کے تمام بادشاہوں کا لقب تھا، اصل میں ’’پر+عو‘‘ یا ’’فر+عو‘‘ دو لفظوں سے مرکب تھا، جس کا معنی ہے ’’عظیم محل‘‘ یا قصر اعظم۔ انگریزی نام Pharoah میں لفظ کی اصل مصری صورت بڑی حد تک باقی ہے۔ لفظ فرعون کی یہ تشریح مصر قدیم سے متعلق کتابوں اور خاص طور پر موسسہ فرانکلین کی طرف سے شائع ہونے والی ایک جلدی ضخیم انسائیکلوپیڈیا ’الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ‘ میں ہے جو ممتاز مصری مورخین و محققین و ماہرین آثار کے قلم سے ہے۔ اس میں لفظ کی مذکورہ بالا تشریح کے بعد لکھا ہے کہ یہ لفظ ’’پرعو‘‘ شاہی قصر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ پھر خود مصر کے بادشاہوں کے لیے استعمال ہونے لگا، جس طرح ’’الباب العالی‘‘ (بلند دروازہ، Sublime Porte) کا اطلاق ترکی سلاطین پر ہوتا ہے۔ (الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ، قاہرہ ۱۹۶۵ء، ص ۱۲۹۰)

۲۔ قورح کی فراوانی دولت سے متعلق میں نے ایک اقتباس بائبل کا حوالہ دے کر نقل کیا تھا۔ اس پر جناب ناقد صاحب کا ارشاد ہے: ’’یہ عبارت بھی گنتی باب ۱۶ میں نہیں ہے بلکہ ہمیں تو پوری کوشش کے باوجود پوری بائبل میں کہیں نہیں مل سکی۔ غالباً ڈاکٹر صاحب نے کبھی بائبل کھول کر نہیں دیکھی اور سنی سنائی اور غیر مستند معلومات کی بنیاد پر مذکورہ عبارت تورات کی طرف منسوب کر دی۔‘‘

میری عربی، انگریزی و اردو تصانیف پڑھنے والے جانتے ہیں کہ میں سنی سنائی معلومات درج کرنے کا خوگر نہیں۔ یاسین عابد صاحب بھی میری دو اردو کتب ’’تحقیقات و تاثرات‘‘ اور ’’خانوادہ نبوی و عہد بنی امیہ‘‘ میں میرے انداز تحقیق کو دیکھ سکتے ہیں۔ میرا زیر بحث مضمون دروس قرآن کے ضمن میں ایک دعوتی و اصلاحی نوعیت کی کاوش ہے۔ یہ قارون (قورح) سے متعلق کوئی تحقیقی مقالہ نہیں اور اہل علم میں قارون کے متعلق جو باتیں معروف ہیں (ان میں یہ بھی ہے کہ وہی بائبل کا قورح ہے) میں نے بغیر حوالے کے لکھ دی تھیں، کیونکہ بنیادی طور پر اس لیکچر (درس قرآن) میں آنے والے عام تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ اب اگر مضمون نگار صاحب نے اپنے انتہائی محدود مطالعے اور صرف بائبل یا توراۃ (جو قرآن کے مطابق تحریف شدہ ہے) پر کلی اعتماد کرتے ہوئے میری بات کو سنی سنائی اور غیر مستند سمجھا ہے تو ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ قورح کی فراوانی دولت کا بیان پہلی صدی عیسوی کے ممتاز یہودی مورخ یوسفوس (Josephus) نے اپنی مشہور کتاب Antiquities of the Jews میں کیا ہے جس کو مرحوم مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی انگریزی تفسیر ماجدی (جلد۳، ص ۳۵۳) میں نقل کیا ہے۔ یہ اقتباس درج ذیل ہے:

"Corah, an Hebrew of principal account, both by his family and by his wealth, saw that Moses was in an exceedingly

great dignity, and was uneasy at it, and envied him at that account (he was of the same tribe with Moses, and of kin to him) being particularly grieved, because he thought he better deserved that honourable post on account of his great riches, and as not inferior to him in his birth."

''قورح ایک ممتاز حیثیت کا یہودی تھا، اپنی خاندانی حیثیت سے بھی اور اپنی دولت کے سبب سے بھی۔ اس نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو انتہائی بلند عظمت حاصل تھی۔ وہ اس بات سے ناخوش تھا اور اس وجہ سے اس نے حسد کرنا شروع کر دیا (وہ موسیٰ کے قبیلے ہی سے تھا اور ان کا ایک قرابت دار تھا) اس کو خاص طور پر شکایت یہ تھی کہ وہ اپنی بے انتہا دولت کے سبب اور اس وجہ سے بھی کہ وہ خاندانی وجاہت میں موسیٰ سے کم نہ تھا، اس معزز منصب کا زیادہ مستحق تھا جو موسیٰ کو حاصل تھا۔'' (Antiquities iv.2:2)

یوسفوس کے اس بیان میں قورح کی فراوانی دولت کی طرف واضح اشارہ ہے اور وہ یہ بھی یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ خاندانی وجاہت کے ساتھ وہ اپنی کثیر دولت کے سبب اپنے آپ کو اس عالی مقام (نبوت) کا زیادہ اہل سمجھتا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا۔ اس اقتباس میں قورح کی فراوانی دولت کا واضح و مکرر ذکر ہے۔ یاد رہے کہ قدیم یہودی تاریخ کے بارے میں یوسفوس انتہائی مستند ماخذ ہے۔ اس کا پورا نام فلافیوس یوسفوس تھا اور اس کا زمانہ ۳۷ء تا ۹۵ء ہے۔ یہودیوں نے اس کو ۶۶ء میں فلسطین کے شہر جلیلی (Galili) کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے رومن حکومت سے اچھے تعلقات تھے۔ یہ روما بھی گیا تھا، اور اس کو پورے رومن (Roman) شہری حقوق حاصل تھے۔ اس نے مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ یہودیوں اور ان کی جنگوں کے بارے میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ وہ یہودیوں کا ایک مذہبی رہنما (کاہن) اور مورخ و سیاستدان تھا۔ اس نے یہودیوں کی مدافعت میں بہت کچھ لکھا اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہا ہے۔ (الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ ص ۱۹۹۲)

اس سب کے پیش نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ یہودی مورخ اپنے ہم قوم یہودیوں کا دشمن تھا۔ یوسفوس کی یہ کتاب آسانی سے دستیاب نہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کو جنھوں نے کتاب کا یہ اقتباس اپنی انگریزی تفسیر میں محفوظ کر لیا ہے۔ تمام انگریزی تفاسیر میں ان کی یہ انگریزی تفسیر اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس میں بیسیوں ایسی کتابوں کے حوالے ہیں جو ان کے ذاتی مکتبہ میں تھیں۔ اب یاسین عابد صاحب بتائیں کہ نزول قرآن کے پانچ سو سال پیشتر کے اس یہودی مذہبی رہنما اور مورخ نے بھی قرآنی قارون کو ذہن میں رکھ کر سنی سنائی اور غیر مستند معلومات نقل کی تھیں؟

جہاں تک تین سو بار بردار جانوروں پر قارون (قورح) کے خزانوں کی کنجیاں لادنے کا تعلق ہے تو یہودی دائرۃ المعارف Jewish Encyclopaedia (جلد ۷ ص ۵۵۶) میں مذکور ہے کہ ''قورح کے خزانوں کی کنجیاں تین سو خچروں پر لادی جاتی تھیں'' (تفسیر ماجدی، انگریزی vol. III, p. 353، تفہیم القرآن، جلد سوم، ص ۶۶۲)

میرا جو مضمون قارون سے متعلق ''الشریعہ'' میں شائع ہوا تھا، وہ دروس قرآن کے ضمن میں ٹیپ سے نقل کردہ (Transcribed) ایک لیکچر تھا جو ہمارے دفتر کے ایک سیکرٹری نے ٹیپ سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا تھا۔ ان کے سہو قلم

سے تین سو خچروں کے بجائے تین سو اونٹ کتابت ہو گیا اور چونکہ تورات کا ذکر اوپر چل رہا تھا، اس وجہ سے اسی کا نام بجائے جیوش انسائیکلو پیڈیا کے انہوں نے لکھ دیا۔ بہر حال مصنف اس پر معذرت خواہ ہے، لیکن کتابت کی اس غلطی کے باوجود یہ حقیقت فراموش نہیں کی جا سکتی کہ مذکورہ بالا دو اہم یہودی حوالوں کے پیش نظر قورح بے انتہا دولت کا مالک تھا، خواہ اس کے خزانوں کی کنجیاں تین سو خچروں پر لادی جائیں یا تین سو اونٹوں پر، اور خواہ اس کا ذکر جیوش انسائیکلو پیڈیا میں ہو اور بائبل میں نہ ہو، کیونکہ قرآنی تاکیدات کے پیش نظر بائبل ایک تحریف شدہ کتاب ہے۔ پھر اہل علم سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ یہودی مذہب اور تاریخ سے متعلق بعض انتہائی اہم بیانات وتفاصیل تورات کی شرح تلمود میں موجود ہیں جو یہودیوں کے نزدیک ایک مقدس کتاب ہے۔

جو بات میں نے Josephus کی مذکورہ بالا کتاب کے پیش نظر قورح سے متعلق لکھی تھی، وہی بات برصغیر کے عظیم عالم ومفسرّ قرآن مولانا شبیر احمد عثمانی نے سورۃ القصص کی متعلقہ آیت ۷۶ پر اپنے تفسیری حاشیے نمبر ۸ میں کہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”وہ حضرت موسیٰ وہارون کی خدادادعزت ووجاہت کو دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی ان ہی کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں، مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا، میرے پاس مال ودولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔“ اس کے بعد انہوں نے اس کی ناپاک سرشت کے اور واقعات بھی، جن کا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کے حسد سے تھا، طبری، زمخشری، رازی اور قرطبی سے نقل کیے ہیں جن سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ قارون بائبل کا قورح ہی تھا۔

۳۔ میرے مضمون میں قورح سے متعلق بیانات پر اعتراضات کے بعد، جن کا جواب دیا جا چکا ہے، موصوف نے قورح کی شخصیت پر ایک صفحہ سیاہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تو تورات کے حوالوں کے ساتھ اس کے باپ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب حضرت یعقوب علیہ السلام تک دیا ہے، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ قورح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ اس کی چنداں ضرورت نہ تھی، کیونکہ ہمارے سب قدیم مفسرین ومورخین نے لکھا ہے کہ قارون (قورح) موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ یاسین عابد صاحب چونکہ قارون اور قورح کو دو علیحدہ علیحدہ اشخاص سمجھتے ہیں، تو اب وہ قارون کا شجرہ نسب بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ثابت کریں، یا پھر یہ ثابت کریں کہ مورخ ومفسر امام طبری نے، جن کے زمانے میں بغداد میں کافی یہود آباد تھے اور جن سے مسلمانوں کا میل جول تھا، قارون کا وہ شجرہ غلط نقل کیا ہے جو بالکل قورح کے شجرہ نسب کی طرح ہے اور لاوی بن یعقوب علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ وہ تو ہرگز ان دونوں میں سے کوئی بات ثابت نہیں کر سکیں گے، لیکن میں بائبل کے ان حافظ صاحب کو دکھاتا ہوں کہ اس قورح کے شجرہ نسب میں خود بائبل میں کتنا تضاد ہے۔

موصوف نے قورح کا جو شجرہ نسب دیا ہے، وہ تورات کی کتاب خروج سے لیا گیا ہے۔ اس میں وہ اضہار بن قہات کا بیٹا ہے، لیکن اسی بائبل کی کتاب ا۔تواریخ، ۶:۲۲،۲۳ میں ہے: ”قہات کا بیٹا عمینداب۔ عمینداب کا بیٹا قورح“۔ لیجیے، تورات کی کتاب خروج میں یہ قورح، اضہار بن قہات کا بیٹا تھا، اب دوسری کتاب ا۔تواریخ میں عمینداب کا بیٹا ہو گیا۔ کیا بائبل کے حافظ یاسین عابد کی نظر سے بائبل کا یہ باب اور یہ فقرہ نہیں گزرا، یا انہوں نے جان بوجھ کر تغافل کیا ہے؟ پھر یہ کہ موصوف نے قورح کے شجرہ نسب کے لیے بائبل کی کتاب خروج کے علاوہ ا۔تواریخ ۲:۱ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس مقام پر

اضہار اور قہات بن لاوی یعنی قورح کے باپ کا بالکل ذکر نہیں۔ اس اصحاح کے فقرہ ۲ میں ''دان، یوسف اور بنیمین، نفتالی، جد اور آشر'' کا ذکر ہے۔ اس فقرے سے پہلے فقرے میں ہے: ''یہ بنی اسرائیل ہیں۔ روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار اور زبولون۔'' اس طرح ا۔ تواریخ ۲: ۱، ۲ میں بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کا ذکر ہے۔ پھر ہر بیٹے کی نسل کا ذکر ہے، اور بنی لاوی کا ذکر، جن میں سے قورح تھا، اصحاح ۶ میں ہے۔

اب جناب ناقد، بائبل کے حافظ بتائیں کہ بائبل سے سنی سنائی باتیں کون نقل کر رہا ہے؟ میں یا موصوف؟ اگر وہ انصاف پسند انسان ہیں تو یقیناً یہاں وہ مشہور مصرع پڑھیں گے: ''میں الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا''۔ اور قورح کے باپ کے بارے میں بائبل کے بالکل متضاد بیان پر میں کہوں گا، وصدق اللہ العظیم: یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ' یعنی یہ (یہودی) کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ تورات بلکہ پوری بائبل میں بیسیوں اور مواقع پر میں تحریف ثابت کر سکتا ہوں، لیکن یہاں بائبل پر قرآن سے زیادہ اعتماد کرنے والے ناقد صاحب سے کہوں گا کہ وہ اس موضوع پر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی بے نظیر کتاب ''اظہار الحق'' کی پہلی جلد میں دوسرا باب ''فی اثبات التحریف'' ص ۳۳۵-۵۰۸ پڑھ لیں (جدید عربی ایڈیشن، تحقیق الاستاذ عمر الدسوقی) ان کو عربی نہ آتی ہو تو اس کا ترجمہ مولانا تقی عثمانی کے قلم سے بہ عنوان ''بائبل سے قرآن تک'' پڑھ لیں، اگرچہ مجھے علم نہیں کہ انہوں نے اس کا پورا ترجمہ کیا ہے یا ناقص۔

۴۔ قورح (سب مسلمان اہل علم کے نزدیک قرآن کا قارون) سے وہ بہت زیادہ حسن ظن رکھتے ہیں، اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: ''وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس نے مصر میں اپنا گھر بار اور شہری حقوق و سہولیات چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی اور بحر قلزم کو عبور کیا۔ تمام بنی اسرائیل کی نشست و برخاست خدا اور اس کے نبی حضرت موسیٰ کے زیر فرمان ہی ہوتی تھی۔'' (گنتی ۹: ۲۳)

جو حوالہ موصوف نے بائبل کی کتاب گنتی کا دیا ہے، اس میں کہیں بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قورح کی مصر سے ہجرت کا ذکر نہیں، نہ اس کے مصر میں شہری حقوق و سہولیات چھوڑنے اور نہ بحر قلزم عبور کرنے اور جنگلوں میں مارے مارے پھرنے کا ذکر ہے۔ اس مقام (گنتی ۹: ۲۳) پر تو صرف یہ درج ہے کہ ''وہ (بنی اسرائیل) خداوند کے حکم سے قیام کرتے اور خداوند ہی کے حکم سے کوچ کرتے تھے۔'' بلکہ اس پورے اصحاح یا باب میں مصر سے براہ بحر قلزم ہجرت بنی اسرائیل کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ اب لمبی زبان والے جناب ناقد صاحب یہ بتائیں کہ سنی سنائی باتیں کون کر رہا ہے اور کیا اب میرا یہ کہنا درست ہوگا کہ موصوف نے کبھی بائبل کھول کر دیکھی ہی نہیں یا دیکھی ہے تو وہ جان بوجھ کر غلط بیانی کر رہے ہیں اور قارئین کو دھوکہ دے رہے ہیں؟ یا پھر یہ علامہ صاحب یہ تو بتائیں کہ قورح، جو ان کے بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لایا اور پکا اسرائیلی تھا، اس کو مصر میں شہری حقوق کیسے مل گئے؟ اسرائیلی تو مصر میں مبتلائے عذاب (Persecuted) تھے۔ فرعون کے دربار میں اس کے اعلیٰ مقام کا ذکر تو ہمارے مفسرین و مورخین نے کیا ہے، اس بنیاد پر کہ یہ قورح وہی قارون تھا جو اپنی قوم کے خلاف فرعون کے ساتھ ہو گیا تھا، لیکن شہری حقوق حاصل ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

۵۔ جناب ناقد بائبل (تورات) کی کتاب خروج ۳۲: ۲۸ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''قورح، داتن، ابیرام، اون اور ان کے دوسرے ساتھی بھی ہر عمل میں اپنی قوم کے ساتھ تھے۔ بچھڑے کی پوجا کے

واقعے میں یہ اشخاص شرک میں مبتلا ہونے والے گروہ کے خلاف اور حضرت موسیٰ وہارون کے ساتھ تھے۔اس واقعے میں بنی لاوی نے تمام مشرکین کو قتل کیا تھا۔(خروج ۳۲: ۲۸)''

اس کے فوراً بعد تحریر کرتے ہیں:''اسی وجہ سے بنی لاوی کو بنی اسرائیل میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہوگئی تھی (گنتی ۸: ۱۴)اور وہ خدا کے چنے ہوئے لوگ ٹھہرے۔ یہاں تک قورح ایک گم نام شخص ہے۔''

اب میں پھر بائبل کے ان بزعم خود حافظ صاحب سے کہتا ہوں کہ انہوں نے سنی سنائی باتیں لکھی ہیں، اور بائبل کھول کر بھی نہیں دیکھی (بلکہ شاید بغیر کھولے بھی نہیں) یہ انہیں کے الفاظ میں نے دہرائے ہیں۔اگر ان کے پاس واقعی بائبل ہے تو وہ اسے کھول کر دیکھیں۔کتاب خروج کے مندرجہ بالا باب اور فقرے میں سرے سے قورح وداتن وغیرہ کا نام ہی نہیں بلکہ اس پورے باب (اصحاح) میں کہیں ان کا نام نہیں، یہ بات تو علیحدہ رہی کہ انہوں نے ان مرتدین ومشرکین کی مخالفت کی تھی جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔

میں ان کی اور قارئین کی اطلاع کے لیے وضاحت کیے دیتا ہوں کہ کتاب خروج ۳۲: ۲۸ میں صرف یہ لکھا ہے:''اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا۔چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً تین ہزار مرد کھیت آئے''۔

اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس سے قبل لکھا ہے:''اور اس (موسیٰ) نے ان (بنی لاوی) سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو''۔

یاسین عابد صاحب ان حوالوں سے کس کو دھوکہ دے رہے ہیں؟ وہ قارئین جن کی نظر سے کبھی بائبل نہیں گزری، وہ تو اس سے مرعوب ہو جائیں گے اور دھوکہ کھا جائیں گے اور ایسے، بہت سے ہیں، لیکن وہ جن کی نظر بلکہ تنقیدی نظر اس تحریف شدہ کتاب پر ہے، وہ اس سے دھوکہ نہیں کھائیں گے۔اس موقع پر مجھے پندرہ سال پہلے کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے، کہ کراچی ٹیلی ویژن کے ایک مشہور خطیب اور میلاد خواں نے میرے ایک تحقیقی مضمون پر، جو شجرہ خاندان نبوت سے متعلق تھا، ایک تنقیدی مضمون لکھا جس میں ہفت روزہ تکبیر کے قارئین کو مرعوب کرنے کے لیے کچھ عربی کتابوں کے جھوٹے حوالے بھی لکھے۔پھر اس کا جواب میں نے اسی ہفت روزے میں شائع کیا تو انہوں نے اپنے ہمہ دانی کے زعم میں تاریخ بنی امیہ سے متعلق کچھ سوالات اٹھائے جن میں ناصبیت کا رنگ تھا، اور اسی طرح کا جارحانہ انداز بیاں اختیار کیا جو یاسین عابد صاحب کا ہے، اور پھر ساتھ ہی مزید جھوٹے حوالے۔میں نے اس کا بھی مفصل ومدلل جواب دیا، الحمدللہ کہ اہل علم نے میری تحریروں کو پسند کیا۔بعض بزرگ میرے پاس تشریف بھی لائے۔اس طرح وہ تحریری مناظرہ ایک کتابی شکل اختیار کر گیا اور دو سال قبل ''خانوادہ نبوی وعہد بنی امیہ'' کے نام سے میرے یہاں سے ہی اشاعت پزیر ہوا۔اب یہ ایڈیشن تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

۶۔آخر میں موصوف نے قارون کی دولت پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس نے اپنی دولت کی حفاظت، قرضوں کے لین دین اور سود کے حساب کتاب کے لیے منشیوں، خزانچیوں، مسلح پہرے داروں، سپاہیوں اور عاملوں کا ایک پورا نیٹ ورک بنا رکھا تھا۔(۲۸: ۷۶)''

مضمون نگار صاحب بائبل کے انداز حوالہ جات سے متاثر ہیں، چنانچہ انھوں نے اس عبارت کے لیے سورۃ القصص

کی آیت نمبر ۷۶ کا حوالہ بائبل کے انداز پر دیا ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم کے حوالے سورتوں کے نام اور آیات کے نمبروں سے ہوتے ہیں۔ یہی وہ اسلوب ہے جو اہل علم میں رائج ہے۔ اسی اسلوب پر عصر کی مشہور مجمع اللغۃ العربیہ (عرب لسانیات اکیڈمی) کی ضخیم کتاب ''معجم الفاظ القرآن الکریم'' (دو جلدیں) مرتب کی گئی ہے۔ بہر کیف ان کی بیان کردہ تفصیلات کا مذکورہ آیت میں کوئی ذکر نہیں۔ پھر یہ خیالی گھوڑے کس لیے دوڑائے گئے ہیں؟

انہوں نے اس موقع پر پھر دہرایا ہے کہ قارون کا ذکر بائبل میں نہیں۔ کوئی شک نہیں کہ قارون کا نام نہیں لیکن قورح اور قارون اسی طرح تقریبی مشابہت رکھتے ہیں جس طرح مصری تاریخ کا ''فرعؑ'' اور بائبل اور قرآن کا ''فرعون''۔ ایسی قریبی مشابہت بنی اسرائیل کے بہت سے قرآنی اور توراتی ناموں میں بھی نظر آتی ہے۔ دونوں جگہ مکمل یکسانیت نہیں۔ ہم قارون اور قورح کے ایک ہی شجرہ نسب اور تقریباً دو ہزار سال قبل کے یہودی مورخ یوسفوس کی کتاب کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ قارون اور قورح ایک ہی شخص ہے۔ اب آخر میں بائبل کے نئے حوالوں سے، جن سے یاسین عابد صاحب یا تو غافل ہیں یا انہوں نے قصداً ان کو چھپایا ہے، ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ قورح، موصوف کے بیان کے برخلاف، صحرائے سینا میں نہیں بلکہ مصر میں اپنے محل کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا، جس کی تصدیق قدیم مصری تاریخ کے ماہرین اور علماے آثار قدیمہ کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔

بائبل (توراۃ) کی پانچویں کتاب التثنیہ یا استثنا (Deuteronomy) میں ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے نکل کر سینا میں دشت نوردی کر رہے تھے تو اس دور میں حضرت موسیٰ کے مخالفین ''داتان اور ابیرام کو جو الیاب بن روبن کے بیٹے تھے...... سب اسرائیلیوں سمیت زمین نے اپنا منہ پسار کر ان کے گھرانوں، خیموں اور ہر ذی نفس جوان کے ساتھ تھا، نگل لیا۔'' (استثنا ۱۱:۶) یہاں ان زمین میں دھنسائے جانے والوں میں قورح کا نام نہیں، جبکہ کتاب گنتی ۱۶:۳۱، ۳۲ میں قورح کا نام ہے۔ یہ اسی طرح کا ایک تضاد ہے جس کا ذکر ہم قورح کے باپ کے نام کے سلسلے میں کر چکے ہیں، اور اس کا سبب یہ ہے کہ بابل کے کلدانی بادشاہ نبوخذ نصر نے (بائبل کا نبوکدنضر) جو عربی کے اثر سے اردو میں بخت نصر مشہور ہے، یروشلم کو اپنے دوسرے حملے ۵۸۶ قبل مسیح میں بالکل تباہ کر دیا تھا، ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا تھا اور توراۃ کے سارے نسخے جلا دیے تھے۔ تقریباً پچاس سال بعد ایران کے پہلے ہخامنشی (اکیمنی) بادشاہ کورش (بائبل خورس، کتاب عزرا، انگلش Cyrus) نے یہودیوں کو فلسطین واپس جانے اور دوبارہ ہیکل (معبد) بنانے کی اجازت دی جو دوسرے ہخامنشی شاہ ایران خوشایار خوش (بائیبل، عزرا: ارتخششتا، یونانی وانگریزی Xraxes) کے زمانے میں ۵۱۵ قبل مسیح میں بن سکا اور اسی عہد میں عزرا کاہن نے اپنی یادداشت سے توراۃ (بائیبل عہد قدیم) کو دوبارہ لکھا جس کی وجہ سے اس میں کافی اغلاط اور تضادات پائے جاتے ہیں۔ پھر موجودہ بائبل میں تو اس کے بعد بھی تحریف ہوئی ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں، لیکن اس موضوع اور یہودی تاریخ پر ڈاکٹر احمد شلبی (مصری) کی بہترین کتاب 'الیہودیۃ' (قاہرہ، ۱۹۸۴) دیکھی جا سکتی ہے۔

بہر حال قابل ذکر بات یہ ہے کہ جس طرح بائیبل کی کتاب استثنا میں داتن اور ابیرام کے ساتھ قورح کے زمین میں دھنسائے جانے کا ذکر نہیں، اسی طرح بائبل کی ایک دوسری اہم کتاب زبور میں، جہاں داتن اور ابیرام کے زمین میں دھنسائے جانے کا ذکر ہے، وہاں بھی قورح کا نام نہیں۔ زبور ہی بائبل کی وہ کتاب ہے جس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی کیونکہ

یہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور بنی اسرائیل کے اظہار بندگی کے ترانے ہیں اور ان کے لیے اپنے گناہوں کا اعتراف بھی ان ترانوں میں ہے جن کو آسانی حفظ کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی۔

زبور کے مزمور ۱۰۶ میں ہے: ''انہوں (بنی اسرائیل) نے خیمہ گاہ میں موسیٰ اور خداوند کے مقدس مرد ہارون پر حسد کیا۔ سو زمین پھٹی اور داتن کو نگل گئی اور ابیرام کی جماعت کو کھا گئی۔'' (مزمور ۱۰۶: ۱۶، ۱۷) زبور کی تصریح (یہی مزمور، فقرات ۶ تا ۱۵) کے مطابق یہ واقعہ سینا میں پیش آیا، اور حسد کرنے والے روبن بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور قورح (قارون) لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اسی لیے داتن اور ابیرام و دیگر جو اولاد روبن سے تھے، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی نبوت کے سبب حسد کرتے تھے۔

قورح کے خسف فی الارض (زمین میں دھنسائے جانے) کا واقعہ اس سے قبل مصر میں ہو چکا تھا۔ قرآن کریم نے کتاب استثنا اور زبور کی روایت کی تصدیق کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مصر میں تھے کہ قارون (قورح) اور اس کا محل زمین میں دھنسائے گئے۔ ورنہ سینا میں تو سارے اسرائیلی خیموں میں رہتے تھے۔ وہاں قورح نے کون سا محل اور کہاں تعمیر کیا تھا؟ اسی لیے بائبل کی مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں داتن اور ابیرام کے گھروں کا ذکر نہیں، بلکہ خیموں کا ذکر ہے۔

مصر میں قارون (قورح) اور اس کے محل کے زمین میں دھنسنے کا ذکر توراۃ کی ایک قدیم شرح مدراش (Midrash) کی روایت میں بھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک بہت بڑا خسف فی الارض رعمسیس اور پتوم میں ہوا جو مصر کے مشہور شہر تھے۔ اس حادثے میں بنی اسرائیل بھی ہلاک ہوئے۔ (مقالہ قارون، تعلیقہ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی (جلد ۱/۱۶) بقلم جناب عبدالقادر) اس شہر رعمسیس (یا بر رعمسیس) اور بتوم کا ذکر عظیم مصری مورخ و ماہر علم الآثار سلیم حسن کی کتاب ''مصر القدیمۃ'' (جلد ۶) میں بھی ہے۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی میں مقالہ 'قارون' پر تعلیقہ (نوٹ) لکھنے والے عبدالقادر صاحب کا Commentory on the Bible, Peake 1952 کے حوالے سے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ قارون کے بارے میں دو الگ الگ کہانیوں کو کسی بعد کے مرتب نے یکجا کر دیا۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں اس قسم کے دو حادثے ہوئے تھے۔ مرور زمانہ کے باعث قورح (قارون) کی کہانی داتن اور ابیرام کے حادثے کے ساتھ جوڑ دی گئی۔

یہ ہے وہ بائبل اور قورح سے متعلق اس کے متضاد بیانات جن کو یاسین عابد صاحب نے مستند مانا ہے اور صرف کتاب گنتی وخروج کے حوالے دے کر قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہم نے قدیم وجدید عرب وغیر عرب مفسرین کے اقوال اور بائبل کی دوسری کتابوں (استثنا اور زبور) کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کا قارون ہی بائبل کا قورح تھا۔ جناب ناقد کی غلط بیانیوں کا بھانڈا بھی پھوٹ گیا ہے، اور ساتھ ہی بائبل جس کو 'کتاب مقدس' کا نام دیا جاتا ہے، اس کی حقیقت بھی سامنے آ گئی ہے۔

مکاتیب

(۱)

مکرمی جناب پروفیسر میاں انعام الرحمٰن صاحب!

آپ پر سلامتی ہو!

ماہنامہ 'الشریعہ' جنوری ۲۰۰۶ء میں آپ کا فکر انگیز مضمون ''قرآنی علمیات اور معاصر مسلم رویہ'' پڑھا۔ یقین جانیے اس قسم کے مضامین کو میں اپنے لیے فکری غذا تصور کرتا ہوں۔ داخلی انتشار کے اس پر آشوب دور میں مسلم مذہبی فکر کے حوالے سے حق کی تلاش جتنی ضروری ہے، اسی قدر مشکل بھی ہے۔ گروہی اور مسلکی تعصّبات کے اندھیروں میں حق کے اجالے کی سحر شب گزیدہ بن گئی ہے۔ اس کے باوجود تلاش حق فرض عین ہے۔ اس عظیم سفر کی ہر تکلیف کلفت نہیں، نعمت ہے۔ اپنا یہ عقیدہ ہے کہ جادۂ مستقیم کا طالب ہر حال میں کامیاب ہے، خواہ اسے منزل نہ ملے۔ دوسرے لفظوں میں حق کی تلاش ہی اصل منزل ہے۔ زیر بحث مضمون کے بعض نکات سے اگرچہ مجھے اختلاف ہے، لیکن میں آپ کے ''سفر'' کو مبارک تصور کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اصابت اور لغزش، ہر دو صورتوں میں آپ کو اجر دے۔

قرآن کی علمیاتی اساس میں آپ نے غیب کی تشریح یوں کی ہے:

''یہاں غیب سے مراد ''نامعلوم'' ہے، لیکن اس کا مطلب لاادریت بھی ہرگز نہیں۔ نامعلوم ہونا ایک اور چیز ہے اور نہ جان سکنا چیزے دیگر است۔ نہ جان سکنے کی روش اپنانا ایک منفی رویہ ہے اور یہ تشکیک کے قریب ترین ہے جس کی قرآن ابتدا ہی میں نفی کرتا ہے۔ اس کے برعکس نامعلوم ہونا ایک مثبت رویہ ہے جس میں جان سکنے کی خواہش اور یقین دونوں پائے جاتے ہیں۔''

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ بالغیب سے ''نامعلوم'' مراد لے کر ایمان بالغیب کا مطلب ''نامعلوم پر ایمان'' ہوگا، جیسا کہ آپ نے لکھا بھی ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'بالغیب' پر داخل ''با'' کو ظرفیت کے مفہوم میں لینے کے بجائے آپ نے 'بالغیب' کو مفعول کیوں مان لیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ ایمان بالغیب سے ''نامعلوم پر ایمان'' مراد لے کر آیت میں اس کا مفہوم کیا بنتا ہے؟ اور تیسری بات یہ کہ خود ''نامعلوم'' کی وضاحت کیا ہے؟ یہاں میں تیسرے اور دوسرے سوال کی نوعیت پر بحث کرتا ہوں۔ نامعلوم کو غیب کا مترادف قرار دے کر آپ ایک سانس میں دو باتیں

کہہ ڈالتے ہیں۔ وہ یوں کہ غیب نامعلوم بھی ہے اور اس کا مطلب لاادریت بھی نہیں۔ آپ کے نامعلوم کا چہرہ کچھ کچھ ''ادریت'' کے غازے سے سرخ ہے۔ میرے خیال میں آپ اردو زبان کی تنگ دامنی کا گلہ کر رہے ہیں۔

کچھ اور چاہیے وسعت میرے بیان کے لیے

آپ کا یہ شکوہ اس وقت اور پرشکوہ لگتا ہے جب آپ لکھتے ہیں: ''نہ جان سکنے کی روش اپنانا ایک منفی رویہ ہے اور یہ تشکیک کے قریب ترین ہے۔'' (ایضاً ص ۲۰)

''سکنے'' کے لفظ سے ایک قسم کی معذوری ٹپکتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ رویہ کس طرح ایک منفی رویہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر میں کچھ نہیں سیکھ سکتا تو میرا یہ رویہ منفی کس طرح ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ شاید 'نہ جاننے کی روش اپنانا' اس مفہوم کے لیے درست تعبیر ہو۔ یوں لگتا ہے کہ آپ کی اس پیچیدگی نے آپ کو 'یومنون بالغیب' کا ترجمہ ''جو غیب پر ایمان لاتے ہیں'' کرنے پر مجبور کیا اور بعد میں آپ کو وضاحت کرنا پڑی کہ ''امکانات کو چھونے کو خواہش اور سکت ایمان بالغیب ہے۔'' اگر میں آپ کی بات سمجھ سکا ہوں تو غالباً آپ کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے واقعات کے متعلق Positively سوچنا اور شک میں نہ مبتلا ہو جانا، ہی اس کا بالغیب ہے۔ آپ کے ایمان بالغیب کی یہ تعبیر صرف ''ایمان بالغیب'' میں مقید ہونے کا نتیجہ ہے، حالانکہ یہ ایک طرف اس سورۃ سے پہلی سورہ 'الفاتحہ کے الفاظ 'الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین' کے ساتھ منسلک ہے تو دوسری جانب اس کا تعلق اسی سورہ میں مذکور ایمان کی تفصیلات و جزئیات سے ہے۔ میں یہاں صرف ایک مثال پیش کروں گا جو بنی اسرائیل کی ظاہر پرستی سے متعلق ہے: ''وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً'' (البقرہ، آیت ۵۵)

اس لیے ایمان بالغیب کا تعلق اللہ پر ایمان سے لے کر یوم آخرت تک، تمام چیزوں سے ہے۔ آپ کی بات بذات خود درست ہے، لیکن ایسا رویہ اپنانا متقین کی صفات میں سے ایک ہے، نہ کہ مجرد ایمان بالغیب کا تقاضا۔

قرآنی علمیات کے رہنمایانہ منہاج کے حوالے سے آپ نے حضرت آدمؑ اور فرشتوں کے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے، اس کا تعلق ایمان بالغیب کے اس تصور سے نہیں جسے آپ نے پیش کیا ہے۔ اس میں بھی آپ سے لغزش ہوئی ہے جس کی نشان دہی میں ابھی کروں گا۔ آپ یقیناً میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ یہ سورہ، بنی اسرائیل کے لیے ایک چارج شیٹ ہے اور اس میں ان پر فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ حضرت آدمؑ اور فرشتوں کے اس واقعہ سے پہلے اور بعد میں بنی اسرائیل کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ ٹھیک اس واقعے سے پہلے کی آیت یہ ہے: ''هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ''۔ کیا فرشتوں والا Positive رویہ اپنانے کے لیے ضروری نہیں کہ سب سے پہلے ایمان بالغیب میں پوشیدہ اس عظیم المرتبت خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے؟ مطلب یہ ہے کہ زندگی اور موت کے مسئلے پر غور کیا جائے اور کائنات کی تخلیق کے متعلق سوچا جائے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ انسان اعتراف کرلے کہ اے خدا! میں نے اگرچہ تجھ کو نہیں دیکھا، لیکن میری عقل تسلیم کرتی ہے کہ تو ہی بلاشرکتِ غیرے اس کائنات کا رب ہے اور علم کے سارے خزانے تیرے ہی پاس ہیں۔

اب ذرا اس واقعے کے بعد کی آیات (۴۰، ۴۶) پر غور کیجیے۔ آیت ۴۰ میں بنی اسرائیل کو ''أَوْفُواْ بِعَهْدِيْ'' یاد